



ڈاکٹر عرفان پاشا

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، فیصل آباد کیمپس

ڈاکٹر منظور احمد

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد کیمپس

ڈاکٹر آسیہ رانی

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ اسلامیہ کالج برائے خواتین، لاہور کینٹ

Dr Irfan Pasha

Assistant Professor, Dept. of Urdu, University of Education, Faisalabad Campus

Dr Manzoor Ahmad

Associate Professor, Dept. of Urdu, Riphah International University, Faisalabad Campus

Dr Aasia Rani

Assistant Professor, Dept. of Urdu, Govt. Islamia College for Women, Lahore Cantt.

کینٹو (Canto) اور اردو ادب میں اس کا ارتقا

Canto & Its Evolution in Urdu Literature

Abstract:

Poetry of any literature is the mirror of that language in which it is being produced. Urdu literature, under the influence of globalization, have changed so much and adopted many forms and moulds of poetry from modern literature of the western world. Urdu poetry especially in the nearer past, have adopted many new styles, techniques and Genres from the languages of the world. In this article it is discussed that to what extent Urdu literature has adopted the genre of Canto and what are the different ways of exploration and innovation of Urdu poets in this regard. It presents the contemporary situation of Canto alongwith its tradition in Urdu literature.

Key Words: Globalization, Canto, Jafar Tahir, Jilani Kamran, NM Rashid, Jameeluddin Aali, Hadi Hassan, Iftikhar Jalib

کلیدی الفاظ: عالم گیریت، کینٹو، جعفر طاہر، جیلانی کامران، ن م راشد، جمیل الدین عالی، ہادی حسن، افتخار جالب۔

گلوبلائزیشن کے عالم گیر مظہر کے زیر اثر جہاں معاشرتی تبدیلیاں وقوع پذیر ہوئی ہیں وہاں ادب میں بھی ایک واضح بدلاؤ دیکھنے میں آتا ہے۔ معاشرے کے سماجی سطح پر ایک دوسرے سے اخذ و قبول کے عمل میں ادب بھی اسی طرح برابر کا حصہ دار ہے۔ اردو ادب نے مغربی دنیا بشمول یورپ و امریکہ اور مشرقی دنیا بشمول جاپان سے اچھا خاصا اثر قبول کیا ہے اور کچھ نئی اصناف ادب بھی اختیار کی ہیں جو ان علاقوں میں مروج تھیں۔ ان اصناف شعر میں مغرب سے سائٹ، ٹرائیل، کینٹو، لمرک، بلینک ورس، ری ورس وغیرہ شامل ہیں تو دوسری جانب مشرق سے جاپانی اصناف ہائیکو، واکا، تنکا، ریگا وغیرہ نے بھی اردو ادب میں ورود کیا ہے۔

کینٹو Canto اطالوی زبان کا لفظ ہے اور یہ لاطینی کے Cantus سے ماخوذ ہے جس کا مطلب گیت یا کسی نظم کا گایا جانے والا بند ہے۔ بعد میں یہ نظم کے اہم ترین حصے لے لیے بھی یہ نام استعمال کیا جانے لگا۔ دانتے کی "ڈیوان" کامیڈی، ایڈمنڈ سپنسر کی "فیری کوئین"، لارڈ بائرن کی "ڈون جوان" اور الیگزینڈر پوپ کی "دی ریپ آف دی لوک" کینٹو کی ہیئت میں لکھی گئی ہیں۔ اس کو پرانی انگریزی زبان میں فٹ (Fit) یا Fytte کہا جاتا تھا۔ جب کہ احسن علی خان اپنے ایم اے کے مقالہ بہ عنوان "جعفر طاہر کی نظم نگاری" مملو کہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور میں کینٹو کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"کینٹو ایک طویل نظم کو کہتے ہیں جو مختلف حصوں پر مشتمل ہو اور جس میں نغمگی کا تاثر قائم رہے، اردو میں نظم کی جس قسم کو غنائیہ کہا جاتا ہے وہی کینٹو کے ہم پلہ قرار دی جاسکتی ہے۔ لہذا غنائی انداز کی رزمیہ اور رزمیہ نظموں کو کینٹو کہنے میں کوئی حرج نہیں۔" (۱)

ن م راشد نے "ایران میں اجنبی" کے عنوان سے اسی نام کے مجموعے کی آخری نظموں کو کانتو کہا ہے۔ یہ تیرہ نظمیں من و سلویٰ، میزبان، نارسائی، کیمیا گر، ہمہ اوست، مار سیاہ، دست ستم گر، درویش، خلوت میں جلوت، تیل کے سودا گر، وزیرے چینس، شاخ آہو اور تماشہ گہ لالہ زار ہیں۔ یہ سب نظمیں الگ الگ وجود بھی رکھتی ہیں اور ایک مرکزی دھارے سے بھی مربوط ہیں جو جدید ایران اور اس کے عالمی تناظر میں اس کے مقام کی وضاحت کرتی ہیں۔ "من و سلویٰ" میں فارس کی عظمت رفتہ کا یوں بیان کرتے ہیں:

خدائے برتر

یہ داریوش بزرگ کی سرزمین

یہ نوشیروان عادل کی داد گاہیں

تصوف و حکمت و ادب کے نگار خانے

یہ کیوں سیہ پوست دشمنوں کے وجود سے

آج پھر ایلتے ہوئے سے ناسور بن رہے ہیں (من و سلویٰ) (۲)

اس کے بعد ایران کو پورے ایشیا کی علامت بنا کر پیش کرتے ہیں اور "نارسائی" میں سارے ایشیائی ملکوں کے لوگوں کو یہ درس دیتے ہیں کہ مغربی استعمار اور ان کی چال بازیوں کے سامنے سینہ سپر ہو جاؤ تا کہ تم اپنے وسائل کو ان کی دست برد سے بچا سکو۔ ایشیائی اتحاد کا نعرہ یوں بلند کرتے ہیں:

اور اب عہد حاضر کے خفاک سے

رست گاری کا رستہ یہ ہے

کہ ہم ایک ہو جائیں، ہم ایشیائی

وہ زنجیر جس کے سرے سے بندھے تھے کبھی ہم

وہ اب سست پڑنے لگی ہے

تو آؤ کہ ہے وقت کا یہ تقاضا

کہ ہم ایک ہو جائیں، ہم ایشیائی (نارسائی) (۳)

ایران بھی تیل کی دولت سے مالا مال ہے جس پر مغربی طالع آزماؤں کی نظریں جمی ہیں اسی لیے وہ ایران کو ہر طرح سے دھمکانے اور ڈرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کوشش کا واحد مقصد کویت، سعودی عرب، عراق اور لیبیا کی طرح ایران کے تیل پر بھی مغربی قبضے کی خواہش ہے۔ راشد نے بہت سال پہلے "تیل کے سوداگر" میں اس خطرے سے آگاہ کر دیا تھا:

گھروں میں ہوا کے سوا
سب صداؤں کی شمعیں بجھا دو
کہ باہر فصیلوں کے نیچے
کئی دن سے رہن ہیں خیمہ فلگن
تیل کے بوڑھے سوداگروں کے لبادے پہن کر
وہ کل رات یا آج کی رات کی تیرگی میں
چلے آئیں گے بن کے مہماں
تمہارے گھروں میں
وہ دعوت کی شب جام و مینالٹھھائیں گے
ناچیں گے گائیں گے
بے ساختہ قہقہوں، ہموں سے
وہ گرمائیں گے خون محفل
مگر پوچھے گی
توپکوں سے کھودو گے خود اپنے مردوں کی قبریں
بساط ضیافت کی خاکستر سوختے کے کنارے
بہاؤ گے آنسو (تیل کے سوداگر)^(۴)

جب کہ "تماشا گہ لالہ زار" میں ایران کی موجودہ حالت کو دیکھ کر کڑھتے ہیں جس میں ماضی کی شان و شوکت اور سطوت و ثروت کا کوئی نشان نہیں:

تماشا گہ لالہ زار
اب ایراں کہاں ہے
یہ عشقی کا شہکار ___ "ایران کی رست خیز!"
اب ایراں ہے اک نوحہ گر پیر زال
ہے مدت سے افسردہ جس کا جمال
مدان کی ویرانیوں پر عجم اشک ریز
وہ نوشیر واں اور زردشت اور دارپوش
وہ فرہاد شیریں، وہ کیخسرو و کیتباد
ہم اک داستاں ہیں وہ کردار تھے داستاں کے
ہم اک کارواں ہیں وہ سالار تھے کارواں کے

تہ خاک جن کے مزار (تماشہ گہ لالہ زار) (۵)

اردو میں کینٹونگاری کے آغاز کا سہرا اہادی حسن کے سر باندھا جاتا ہے ان کے بعد اسے عروج بخشنے والوں میں ن م راشد اور جعفر طاہر کے نام لیے جاتے ہیں۔ جعفر طاہر نے اس ہیئت میں تسلسل کے ساتھ لکھا اور اسے اردو میں معتبر صنف بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ جعفر طاہر کے کینٹو کے تین مجموعے "ستارہ انقلاب"، "ہفت کشور" اور "ہفت آسمان" ہیں۔ "ستارہ انقلاب" صدر ایوب خان کی پالیسیوں اور طرز حکومت کی مدح میں لکھا گیا ہے اور اس میں ایوب خان کو ہی ستارہ انقلاب کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ "ہفت کشور" میں ترکی، مصر، عراق، عرب، ایران، پاکستان اور الجزائر کو موضوع بنایا گیا ہے۔ "ہفت آسمان" غیر مطبوعہ ہے اور اس میں بھی سات ملکوں کو ہی بہ طور موضوع منتخب کیا گیا ہے۔ "ہفت کشور" میں پیش لفظ کے طور پر ایک نظم "حدیث دلبر" میں لکھتے ہیں:

مرے عزیزو
یہ پوچھتے کیا ہو، کون ہوں میں
یہ بات چھوڑو
بلندیوں کا سلام لو
کاروبار شہر سپہردیکھو
چلو پھر وگل سروش پہنایوں میں، گاتے ہوئے ستاروں کی وادیوں میں
قدم گہ شاہدان جنت جمال دیکھو (۶)

اس کے بعد ترکی کی سرزمین کے بہادروں، جنگ جوؤں کے کمالات، وہاں کی خوب صورت عمارتوں اور وہاں کے لوگوں کے حسن و جمال کو یوں بیان کرتے ہیں:

قریب کی جھاڑیوں سے
اک بھیڑیا غضب ناک وزخم خوردہ
نکل کے لاشوں کے درمیاں آکھڑا ہوا
اک چٹان پر چڑھ کے چینتا ہے
سنو کہ وہ رہ رہ کے چینتا ہے
یہ ترکی ہے مردان جرات کی سرزمین، جاں نثاروں کی مسرور دنیا
تخیلے سواروں، ستارہ شکاروں جو گل عذاروں کی مخمور دنیا
فلک بوس قلعوں، جنوں نیز محلوں، مسلسل حصاروں کی مغرور دنیا
ہری وادیوں، انگلیں گھاٹیوں، سیم گوں کوہساروں کی پر نور دنیا (۷)

اس کے بعد صلیبی جنگوں کا منظر دکھاتے ہیں جن میں قسطنطین اعظم اور مسلمان سپہ سالار اپنی اپنی فوج کے سوراؤں کا

خون گرم رہے ہیں۔ یہ حصہ رجز جیسی کیفیت لیے ہوئے ہے۔ ملاحظہ کیجئے:

قسطنطین اعظم: صلیبیو! بہادرو!

سپاہیو! دلاورو!

بڑھو بڑھو بڑھو بڑھو
 عدو کو آج بھون دو
 وطن کی سر زمین کو
 عدو کا آج خون دو
 صلیبیو! بہادرو!
 ایک مسلمان سالار: مجاہدان صف شکن
 دلاوران تیغ زن
 بڑھے چلو بڑھے چلو
 فصیل پر چڑھو چڑھو
 بڑھو بڑھو اڑو اڑو (۸)

اس سے آگے جا کر یہ نظم ڈرامے کی صورت اختیار کر لیتی ہے جہاں مولانا روم بھی ایک کردار ہیں اور جہاں وہ جدید ترکی کے نوجوانان سے مکالمہ کر رہے ہیں:

دوسرا لڑکا	جناب وہ کون شخص بیٹھا ہے؟
تیسرا لڑکا	اخوند عالی مجھے تو ڈر لگ رہا ہے اس سے
مرشد روم	عزیزو یہاں کوئی بھی تو نہیں ہے
چوتھا لڑکا	جناب تالاب کی طرف دیکھئے نا !
مرشد روم	یہ کوئی مفت خورہ چہرہ فتانی ٹکڑا گدا ہے
پانچواں لڑکا	ایسا فقیر شہر میں دیکھا نہیں کبھی
مرشد روم	نہ جانے بد بخت کس طرف سے ٹپک پڑا ہے
چھٹا لڑکا	شکل دیکھی آپ نے
مرشد روم	لا حول ولا قوۃ الا باللہ (۹)

اس کے بعد مصر کا بیان ہے جو وادی نیل کی سر زمین ہے اور نیل ہی اس کی دنیا میں بڑی پہچان ہے۔ یہی دریائے نیل مصریوں کے لیے سب کچھ ہے۔ لکھتے ہیں:

سواد اعظم کے سینہ سخت پر سسکتی ہوئی سیہ بوند دیکھتے ہو
 اسی کو اب دیکھتے رہو
 اس کی سمئی سرسراہٹوں پر نظر رکھو
 یہ جان بھی پڑ گئی
 کہ ماریا پھنکارنے لگا ہے
 یہ نیل بھی ہے
 یہ ناگ بھی ہے
 یہ راگ بھی ہے

یہ آگ بھی ہے^(۱۰)

اس کے بعد فرعون مصر اور اس کی بیوی آسیا کے مکالماتی ڈرامے کی صورت میں مصر کی تاریخ اور اس کے ایک انتہائی اہم واقعے یعنی حضرت موسیٰ کی قصہ فرعون میں پرورش کو یوں بیان کرتے ہیں:

فرعون سن لیا، خیر سے فرزند کے لچھن دیکھے
دن کو ہم دیکھ رہے ہیں وہ نہ دشمن دیکھے
آسیا بات سچی بھی اگر ہو نہیں کہتا کوئی
اپنے بچوں کو براتو نہیں کہتا کوئی^(۱۱)

ان کینٹوز میں جعفر طاہر نے اردو شاعری کی تقریباً تمام مروج ہینتوں کو بڑی کامیابی سے استعمال کیا ہے۔ مصر کے بارے میں لکھتے ہوئے دیکھئے کیسے مستزاد کی ہیئت لے کر آئے ہیں:

نیل کی لہریں دیکھ چکی ہیں سیل سبک رفتاراں برق سواراں
طنطنہ صد لشکر یاں پندار ستم آثاراں غارت کاراں
فرمان رویاں دو عالم سلسلہ سرداراں خود مختاراں
قافہ قافلہ تاج وراں گیتی عرش تباراں کوہ و قاراں^(۱۲)

اس کے بعد سعودی عرب کا بیان ہے جس میں عرب معاشرے اور اس کے رسوم و رواج کی عمدہ تصویر کشی کی گئی ہے۔ جعفر طاہر نے وہاں صحرائی علاقے کی آب و ہوا اور عربوں میں سال ہا سال جاری رہنے والی جنگوں اور خون ریزی کی عکاسی ان لفاظ میں کی ہے:

یہاں ایک صحرائے لقا وودق ہے
نہ موجہ ابر نے شفق ہے
رواں دواں ندیاں لہو کی
اجل کا دیکھو تو رنگ فق ہے^(۱۳)

پھر اس کے بعد اس نخطے میں مبعوث ہونے والے انبیاء کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے اس بدوؤں کو جہاں داری سکھائی اور تمام تر دولت اور طاقت کے ہوتے ہوئے بھی احکام ربانی سے سرتابی نہیں کی۔ یہاں جعفر طاہر نے ترانے کا انداز اختیار کیا ہے:

ہمہ رسولان پاک صف بستہ اندو مصروف حمد باری
ز فرش تا عرش سیل انوارو بارش لطف خاص جاری
طرف طرف حوریاں دویدہ بدل تمنائے جاں سپاری
بادیدہ تر
بادیدہ تر
بادیدہ تر^(۱۴)

اس کے علاوہ ان میں دیگر زبانیں بھی اپنی تہذیبی مناسبت سے آتی ہیں اور عجیب و غریب ہیئت بھی ایجاد کی ہیں جن کی صورتی شکل اردو میں بالکل انوکھی ہے:

آمنابالقب زبورا

صحف ابراہیم و موسیٰ

ہذا قرآنًا عربیًا

لاریب لاریب فیہا

حقا حقا حقا حقا

صدقا صدقا صدقا صدقا (۱۵)

"ہفت آسمان" جعفر طاہر کا غیر مطبوعہ کینٹوز کا مجموعہ ہے، اس میں سے بعض نظمیں احسن علی خان نے اپنے ایم اے کے

مقالہ بہ عنوان "جعفر طاہر کی نظم نگاری" میں درج کی ہیں۔ ان میں زیادہ تر غزل کی پابند ہیئت کو استعمال کیا گیا ہے:

[وہ چرتی ہوئی خان کی دودھ سی گھوڑیاں شبنمیں مرغزاروں میں ہر سو

کسے اتنی فرصت کہ دیکھے کسانوں کی پر آب آنکھوں کے ناپاک آنسو

یہ سر زمین علم و حکمت و ہنر، ذلیل ہے

ستم کہ اپنے دیس میں بشر ذلیل ہے (۱۶)

ایک اور کینٹوز دیکھئے جو مثنوی کی ہیئت میں ہے:

مجھے علم ہے کس طرح آگ برساتی ہیں سرخ ہونٹوں کی تپتی کمائیں

کلبجوں میں بیوست ہوتی ہیں کیوں کر گھنے ابروؤں کی لپکتی سنائیں

سنہری لٹوں کے سبک اور موہوم خم آتشیں پھول بنتے ہیں کیسے

سنابرق سینوں کے سیمیں کنول اک دوپٹے کی لہروں میں تنٹے ہیں کیسے

لہکتی لہکتی ہوئی خوش بوؤں کی فسوں ساز پریاں پروں پر اڑا کر

مجھے علم ہے کس طرح چھوڑ جاتی ہیں ویران خوابوں کی راہوں پر (۱۷)

قدیم بنجر میں افتخار جالب کی سترہ نظمیں 'حیات اندر مدام رونق نژاد'، 'ذره ذرہ محال کی بکھری پتیاں'، 'اسیری بلبلے

مبرم'، 'انیس لامرکزیت اظہار'، 'مصدریت شگفتن افشردن'، 'گفتگو کو پرونے والی کنواری آواز'، 'المختتم زمرہ چمکتا اغلاق'، 'خواہش

کی جھلجھلاہٹ کا لاوا'، 'لا معنی کا خمیازہ تشدد کا صلہ، واللہ'، 'چنچ ادھوری عقوبت چھینتی'، 'چومتا پانی، پانی پانی'، 'دہر کے ہیبتی شینتی

سحر کا پردہ'، 'وصل نفی کے قرب و جوار میں'، 'ایک چھپلتا لمس'، 'زیست کا کوڑا ملبہ'، 'باطن کی وحشت اور' خالص معجزہ' شامل

ہیں۔ انیس ناگی نے ان کو بھی کینٹوز ہی قرار دیا ہے:

"قدیم بنجر افتخار جالب کی طویل نظم سات کینٹوز پر مشتمل نظم ہے جو چار سو سے زائد مصرعوں کا حجم لیے

ہوئے ہے۔ 'قدیم بنجر' کے مختلف کینٹوز میں بظاہر کوئی معنوی ربط نہیں ہے کہ ایک کینٹوز دوسرے کینٹوز کو

تقویت دیتی ہوئی معنی کی تکمیل کی طرف رجوع کرے" (۱۸)

یہ سب الگ الگ نظمیں ہیں اور سب اپنے اندر ایک اکائی کی صورت میں منضبط ہیں۔ ان میں جدید زبان کا استعمال ہی قدر

مشترک قرار دی جاسکتی ہے۔ ان میں افتخار جالب نے لسانی تشکیلات اور اپنی مخصوص لفاظی سے بھی کام لیا ہے۔ ایک نظم بہ

عنوان "چومتا پانی، پانی پانی" دیکھئے:

پھٹتے ارادے یقین مصیبت پاؤں دھلائے
چشمہ کہ ہونٹ شبیہ لعاب میسررات انوکھا سانحہ ہو جائے گا
میلے کنول کے پھول ڈبو تا، لپٹ لپٹ کر چومتا پانی، پانی پانی
ندامت سے مغلوب خرابی: مد و جزر مغلوب طبیعت کا تخریب تماشا
مراجعت آنکھوں سے او جھل چھوتی بہاتی بے ترتیب، عذاب ہے^(۱۹)
ایک اور نظم "وصل نئی کے قرب و جوار میں" میں لکھتے ہیں:

سو قسموں کی قطع و برید کے بعد شقاوتوں سے آمیختہ غیبتوں کی تائیدوں کو لے کر
لا یعنی اسطوری بکارتوں کی تصحیحوں کے اندر چھتھروں میں پٹائے
نہی سی خفت ایسی شفق سی لال بھجھو کا عقید تیں، ان متمول
لفظوں کی تشنہ شیفٹگیوں میں قید: زبان کا ذائقہ: جس کے لیے کوئی اسم صفت موجود نہ ہو
کسی طور سے لذتی نعمتوں کا کفر ان کرے __ بطلان میں بھی تو

چاہے کتنا ہی مبہم کیوں نہ ہو، ہر حال میں اکھڑے شعور کی ناہموار کشا فنتیں کروٹیں لیتی ہیں^(۲۰)

انخو اہش کی جھلجھلاہٹ کا لاوالا اتک ہر نظم پر ایک سے لے کر آٹھ تک نمبر لکھے ہیں جب کہ باقی نظموں پر صرف ان کا
عنوان ہی جمایا ہے۔ یہ کل سترہ نظمیں بنتی ہیں جو فکری طور پر ایک تسلسل کی حامل نہیں ہیں۔

جمیل الدین عالی کی ضخیم نظمیہ کتاب "انسان" بھی اپنی ہیئت کے اعتبار سے کینٹوز ہی پر مبنی ہے۔ یہ ایک طویل نظم ہے جس
میں مختلف حصوں میں مختلف بحور استعمال کرتے ہوئے کئی چھوٹے بڑے اجزا کو اکتیس ابواب میں تقسیم کر کے شائع کیا گیا ہے۔ ان
کینٹوز میں ارتقائے انسانی میں انسانی ذہن میں اٹھنے والے سوالات اور ان کی سائنسی، فکری، فلسفیانہ اور تاریخی علوم و مظاہر پر مبنی
توجیحات پیش کی ہیں۔ شہزاد احمد اور ڈاکٹر ناصر عباس نیر نے بھی اپنے مقدمات میں اسے کینٹوز ہی قرار دیا ہے۔ شہزاد احمد کے بقول:

"ان کے ہر باب کو کینٹو (Canto) کہہ لیا جائے تو ایک ہی کینٹو میں ضرورت کے مطابق کئی کئی بار بحور
تبدیل کی گئی ہیں، یہ اس نظم کا حسن بھی ہے۔" ^(۲۱)

جب کہ ناصر عباس نیر کا کہنا ہے کہ

"اردو کا کوئی دوسرا تسلسل معلومات نہ اتنا متنوع ہے نہ کسی شاعر نے ایک ہی نظمیے کے ساتھ اپنی عمر کا اتنا
طویل عرصہ بسر کیا ہے۔ انگریزی میں اس کی مثال ازرا پونڈ کی 'دی کینٹوز' ہے جسے اس نے ۱۹۱۵ء میں لکھنا

شروع کیا اور جو وہ عمر بھر (۱۹۷۳ء تک) لکھتا رہا۔" ^(۲۲)

جمیل الدین عالی کی کینٹوز "انسان" سے انتخاب دیکھئے:

جمالی کوئی مری داستان لکھے

کوئی مری داستان لکھے

جو میری مانند اور لاکھوں شکست کھائے ہوؤں کی تاریخ بھی رہے گی

جنہوں نے کس کس عذاب کو اک بہشت امید کی خوشی میں دبار کھا تھا

جو ان کو سورج کی اک کرن کی طرح بھی شاداب کرنے پائی

جنہوں نے اک گر ممی تماشا کو سرد کر کے اس اک تپ اندروں سے کچھ واسطہ نہ رکھا
جوان کو شبنم کا ایک قطرہ بھی بن کے سیراب کرنے پائی

یہاں کوئی امتحان نہیں ہے
یہ شاعری کی زباں نہیں ہے
تو پھر کرب بھی کہاں سے آئی
سیاہ راتوں نے پھینک دی ہے
یہ ذکر شبنم!
یہ لب جو سوکھے ہوئے ہیں اتنے
جنہیں کوئی تجربہ نہیں ہے
جنہیں نہ مشق سخن کی مہلت ملی نہ لذت
جنہوں نے ایک لفظ ہی تو سیکھا تھا اتنے دن میں
وہی

محبت (جوگ - سیاہ) (۲۳)

دیگر کینٹو نظموں کی طرح اس میں بھی کئی بحریں اور جہتیں استعمال کی گئی ہیں جو اس کو فکری بالیدگی کے ساتھ ساتھ فنی
تنوع بھی عطا کرتی ہیں۔ جمیل الدین عالی نے عام فہم انداز میں فلسفے اور سائنس کے بڑے سوالات اور نظریات کو نظم کیا ہے جو اردو
میں ایک نیا تجربہ ہے:

نسوانی آواز
مردانی آواز
اے شخص تو اک عمر سے کیا سوچ رہا ہے
بگ بینگ تو ہو گا یہ کہانی نہیں بنتی
انسان کا آغاز اگر تھا تو خدا تھا
انسان کا انجام اگر ہے تو خدا ہے
اور بیچ میں جو تھا جو ہوا ہے اور جو ہو گا
خود اس کے تماشے ہیں جو وہ دیکھ رہا ہے
نسوانی آواز
مردانی آواز
شاید یہ غلط سوچ رہا ہے
شاید یہی سچ ہو
لیکن کوئی بتلائے کہ راز ابھی کے اور صدی چلنا ہے اور کیوں
اتنا بھی معلوم ہو پھر راز کوئی راز کی صورت نہ رہے گا
کوئی اور تلاش من و تو جیسا فسانہ ہی بنے گا
دو چار صدی چپ تو رہو
کچھ تو کھلے گا
نسوانی آواز
دو چار صدی کیوں

ان اٹھنے خیالات کی رو سے
اک لمحہ بھی کافی ہے ذرا جو بھی سکوں دے
مردانی آواز تو موت ہے مطلوب

کیا خوب، بہت خوب (تو موت ہے مطلوب) (۲۴)

"تہجی" میں شاعر اپنے عجز بیاں کا تذکرہ کرتا ہے جو اس کی واردات قلبی کو تحریر کرنے میں مزاحم ہے۔ وہ جو کچھ محسوس کرتا ہے وہ بیان کرتے سے قاصر ہے۔ اس لیے وہ خدا کے حضور مناجات کر رہا ہے۔ یہ نظم انگریزی کی کلاسیکی رزمیہ نظموں Epics کی یا دلاتی ہے جن میں شاعری اور موسیقی کی دیوی MUSE سے شاعر مناجات کرتا ہے اور طاقت وراظہار کی اہلیت بخشنے کی التجا کرتا ہے:

خداوند ا

مرے عجز بیاں کی معذرت

جس آگ کی بھٹی میں برسوں بعد پھر جلنے لگا ہوں اور بھانے میں

وہ سارے بحر و دریا نقش ہائے رنگ رنگ اک تنگنائے بن گئے ہیں

ان میں رہ کر اپنے افکار و بیاں کا حاصل بے حوصلہ ہی آزمانے میں

مری مشق سخن تنگ سخن نکلی

کئی خم خانوں میں دانش کے مینا سے بھی صوتِ جان من جانان من نکلی

سبھی کی سمت جانے کی تو ہمت ہی نہ تھی جس صنف کو جتنا بھی اپنایا

مثال دلبر پیاں شکن نکلی

فلک سے کچھ ستارے استعارے مانگنے اٹھا تو اس کی راہ بھی کوئے خویشتن نکلی (تہجی) (۲۵)

اسی طرح جیلانی کا مران نے اپنی طویل نظم "باغ دنیا" کو بھی کیسٹوز کی ہیئت میں پیش کیا ہے اس کی چھ منزلیں ہیں جن میں پانچ منزلیں اول دوم، سوم چہارم اور پنجم کے نام سے جب کہ چھٹی منزل "منزل تمام" کے نام سے ہے۔ ان منازل میں کئی کئی نظمیں جن میں اساطیری، مذہبی اور حکایاتی عناصر شامل ہیں، مل کر ایک تاثیر پیدا کرتی ہیں۔

حوالہ جات

1. احسن علی خان: ”جعفر طاہر کی نظم نگاری“ پنجاب یونیورسٹی، لاہور (مقالہ ایم اے اردو) ۲۰۰۶ء، ص ۹۵
2. راشد، ن م: ”کلیات راشد“ لاہور: ماورا، ۱۹۹۱ء، ص ۱۸۷
3. ایضاً، ص ۲۰۱
4. ایضاً، ص ۲۳۶-۲۳۷
5. ایضاً، ص ۲۴۹
6. جعفر طاہر: ”ہفت کشور“ لاہور، گلڈ پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۶۲ء، ص ۱
7. ایضاً، ص ۱۵
8. ایضاً، ص ۲۷
9. ایضاً، ص ۳۲
10. ایضاً، ص ۵۳
11. ایضاً، ص ۶۶
12. ایضاً، ص ۷۸
13. ایضاً، ص ۹۳
14. ایضاً، ص ۱۱۳
15. ایضاً، ص ۱۲۸
16. احسن علی خان: ”جعفر طاہر کی نظم نگاری“، ص ۱۲۵
17. ایضاً، ص ۱۲۸
18. افتخار جالب: ”لسانی تشکیلات اور قدیم ہنجر“ کراچی: فرہنگ، ۲۰۰۱ء، ص ۲۱۱
19. ایضاً، ص ۲۱۵
20. انیس ناگی، ڈاکٹر: ”افتخار جالب“ لاہور: حسن پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء، ص ۵۰
21. عالی، جمیل الدین ”انسان“ کراچی: مکتبہ ہم زبان، ۲۰۰۷ء، ص ۴۹
22. ایضاً، ص ۵۹
23. ایضاً، ص ۸۱
24. ایضاً، ص ۳۴۴
25. ایضاً، ص ۵۲۳

References

1. Khan, Ahsan Ali. *Jafar tahir ki Nazm Nigari*. Lahore: Punjab University (Thesis MA Urdu). 2006. P 95
2. Rashid, Noon, Meem. *Kulliyate Rashid*. Lahore: Mawara. 1991. P 187
3. Ibid. P 201
4. Ibid. P 336-37
5. Ibid. P 249
6. Jafar Tahir. *Haft Kishore*. Lahore: Guild Publishing House. 1962. P 1
7. Ibid. P 15
8. Ibid. P 27
9. Ibid. P 32
10. Ibid. P 53
11. Ibid. P 66
12. Ibid. P 78
13. Ibid. P 93
14. Ibid. P 113
15. Ibid. P 128
16. Khan, Ahsan Ali. *Jafar tahir ki Nazm Nigari*. P 125
17. Ibid. P 128
18. Iftikhar Jalib. *Lisani Tashkilat aur Qadeem Banjar*. Karachi: Farhang. 2001. P 211
19. Ibid. P 215
20. Anees Nagi, Dr. *Iftikhar Jalib*. Lahore: Hassan Publications. 2006. P 50
21. Aali, Jamiluddin. *Insaan*. 2007. P 49
22. Ibid. P 59
23. Ibid. P 81
24. Ibid. P 344
25. Ibid. P 523